OPEN ACCESS
Al-Qamar
ISSN (Online): 2664-4398
ISSN (Print): 2664-438X
www.alqamarjournal.com

دعوتِ دین کی معنویت وافادیت: اردو تفسیری ادب کا مطالعہ

Usefulness of *Da'wah*: A Study of Urdu Commentaries of the Quran

Dr. Abdul Aleem

Associate Professor Govt. Jinah Islamia College, Sialkot

Dr. Asjad Ali

Assistant Professor Islamic Thought and Civilization, UMT, Sialkot

Abstract

Da'wah includes everything that is meant to promote and spread goodness. The principles of Da'wah are the words of Qur'an and Hadith. Therefore, the spreading the message of Qur'an and Hadith is also Da'wah. This article gives the details with examples which have the status of the best guidance in view of the requirements of every age. Appreciating the virtues in the religion increases the prestige of the religion of Islam that it is the religion that makes our world good. And of course, it will bring the best success in the hereafter as well. The da'wah of religion shows beauty in the systems of life due to which human society looks beautiful and popular and the peace and stability of the society is prominent. There are treasures of details commentaries of the Quran which this paper explores.

Keywords: Quran, dawah, Principle, Urdu Tafsir

تمہید

خالق اور مخلوق میں تعلق پیدا کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے انبیاء ورسل علیہم السلام کی ذمہ داری لگائی، جس ذمہ داری کو تمام انبیاء ورسل نے احسن طریقے سے نبھایا، گو انہیں اس ذمہ داری کی ادائیگی کے دوران کئی طرح کی مشکلات اور اشکالات کا سامنا کرنا پڑا۔ ہر دور کے بڑے بڑے اہل حل وعقد نے دعوت کی معنویت وافادیت کو نظر انداز کرنے کے لیے لوگوں کو دین سے بیزار کرنے کے لیے اہل ایمان پر حملے کیے۔ لیکن ان کے تمام حربے ناکام رہے حضرت نوح علیہ السلام سے لے کر پیغمبر اسلام ﷺ تک یہ حملے پوری شدّومد کے ساتھ ہوتے رہے چنانچہ اس دور کے اہل ایمان کے دلوں میں دین کی معنویت وافادیت اتنی راسخ ہو چکی تھی کہ یہ مرتے دم تک اسی پر قائم رہے۔ وقت کی رفتار کے ساتھ ساتھ دشمنان اسلام کے حملوں میں بھی تیزی

CC BY

آتی گئی حتیٰ کہ کئی کمزور ایمان والے اور جدید تعلیم یافتہ لوگ ان حملوں کی تاب نہ لاتے ہوئے دین اسلام سے دور ہو گئے۔ اور مغرب کی طرف سے آنے والی تعلیم و تہذیب میں فلاح کے متلاشی بن بیٹھے ہیں۔ جو نعرہ مغرب کا تھا وہی نعرہ ان لوگوں نے لگانا شروع کر دیا کہ انسانی ترقی میں سب سے بڑی رکاوٹ دین ہے اس لیے دین پر عمل کرنے سے انسان دنیا میں ترقی نہیں کر سکتا۔

1۔ دین کی قدر و منزلت

کسی بھی چیز کی قدر و منزلت اسکی افادیت کے پیش نظر دیکھی جاتی ہے کہ وہ چیز کتنی مفید اور اہم ہے ؟ کسی بھی دین کی قدر و منزلت کا اندازہ انسان کے شعبہ ہائے زندگی میں راہنمائی سے ملتا ہے کہ لوگوں کے لیے کیا کیا سہولیات فراہم کرتا ہے؟ عصر حاضر میں رائج مذاہب میں دین اسلام سب سے زیادہ مفید اور مکمل رہنمائی فراہم کرنے والا ہے بلکہ یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ دین اسلام کی سچائی کا منہ بولتا ثبوت خود قرآن ہے۔ اس کی بے پناہ قدر و منزلت کو درج ذیل پہلوؤں سے ثابت کیا جا سکتا ہے۔

i۔ دین الٰہی

انسان زندگی بسر کرنے کے لیے الہامی یا خود اختراعی دونوں میں سے ایک نظام کو پسند کرتا ہے۔ لیکن ان میں الہامی رہنمائی کو زیادہ درجہ دیا جاتا ہے کیونکہ وہ انسانوں کے خالق کی طرف سے ہے۔ اس رہنمائی کی بنیاد آسمانی کتب پر ہے، پھر ان الہامی کتب میں سے بھی صرف قرآن وہ واحد الہامی کتاب ہے محفوظ ہونے کی وجہ سے بے دھڑک رہنمائی لی جا سکتی ہے۔ جیسے فرمایا: هُوَ الَّذِي اَرْسَلَ رَسُوْلَـه بِالْـهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَه عَلَى الدِّيْنِ كُلِّـه وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ۔[1] (وہی ہے جس نے اپنا رسول ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا، تا کہ اسے ہر دین پر غالب کر دے، خواہ مشرک لوگ برا جانیں) نزول قرآن کے بعد پہلی الہامی کتب کی تعلیمات منسوخ ہو چکی ہیں اور دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ یہ کتابیں تحریف شدہ ہیں، چنانچہ تعلیمات میں بہت زیادہ تضاد ہونے کی وجہ سے قابل عمل نہیں رہے، مستند اور لوگوں کی دستبرد سے محفوظ و مامون اب صرف اسلام ہے، کیونکہ اس کی تعلیمات بالکل سچی ہیں۔ دین اسلام کے طریقِ زندگی سے متعلق مولانا مودودیؒ (1903ء۔1979ء) لکھتے ہیں: رسول کی بعثت کبھی اس غرض کے لیے نہیں ہوئی کہ جو نظامِ زندگی لے کر وہ آیا ہے وہ کسی دوسرے نظامِ زندگی کا تابع اور اس سے مغلوب بن کر اور اس کی دی رعایتوں اور گنجائشوں میں سمٹ کر رہے۔ بلکہ وہ بادشاہِ ارض و سما کا نمائندہ بن کر آتا ہے اور اپنے بادشاہ کے نظامِ حق کو غالب دیکھنا چاہتا ہے۔[2] قرآنی تعلیمات ہر طرح کے تضادات سے پاک اور محفوظ ہیں اور اس حقیقت کا ادارک غیر مسلموں کو بھی ہے کہ اسلام کے مقابل ان کی کتب محرف ہونے کے ساتھ ساتھ تناقضات و تضادات کا مجموعہ بھی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ یہ اپنی کمزوری سے مغلوب ہو کر لبرل اور سیکولر بن گئے، یہی ایمانی کمزوری آج مسلمانوں میں پیدا ہو چکی ہے۔ ہر دور میں دین الٰہی ہی غالب رہا، چاہے اس کے ماننے والے کم ہوں یا زیادہ۔ اللہ کا دین مغلوب نہیں ہو سکتا، البتہ اس کو ماننے والے ایمانی کمزوری کی وجہ سے مغلوب ہو سکتے ہیں۔ اسلام کے منزل من اللہ ہونے کا بین ثبوت یہ بھی ہے کہ اللہ نے محفوظ کتاب میں اس دین کے اتارنے کا ذکر کیا ہے۔ اس لیے ہر انسان کا فرض بنتا ہے کے وہ اس کی دعوت کو قبول کر لے۔

ii۔ مکمل دین

اسلام کا دوسرا امتیاز کامل دین ہونا ہے۔ تمام شعبہ ہائے حیات میں مکمل راہنمائی موجود ہے۔ اس دین کا کامل ہونا ہی اس کی قدر و منزلت کو چار چاند لگاتا ہے۔ جو بھی قرآن کو محفوظ اور سچی کتاب تسلیم کر لیتا ہے تو پھر اس کے لیے ہدایت کا راستہ خود بخود ہموار ہو جاتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں کامل دین کی ضمانت دی ہے: اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ

نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا۔ [3](آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لیے اسلام کو دین کی حیثیت سے پسند کر لیا) دینِ اسلام کی کاملیت اس اعتبار سے کہ جو احکام اللہ تعالیٰ نے اس آخری امت کو دینے تھے وہ سب دے دیے۔ ایسا نہیں کے اس دین میں ترمیم کی کوئی جگہ چھوڑی ہو۔ دوسری اہم بات یہ بھی ہے کہ دین کی بنیادی تعلیمات وہی ہیں جو سابقہ امتوں پر نازل ہوئیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری پیغمبر ﷺ پر اس آیت کو نازل فرما کر اس کی قدر و منزلت قیامت تک کے لیے ثابت کر دی ہے۔ محمد اشرف علی تھانویؒ(1943ء-1863ء) نے بھی (اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ) کی وضاحت میں دین اسلام کی اکملیت و کاملیت کو بیان کرتے ہوئے واضح کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری پیغمبر ﷺ پر اس دین کو مکمل کر کے کفار سمیت تمام باطل افکار و نظریات رکھنے والے گروہوں کو بتا دیا ہے کہ اب قیامت تک اسی دین کا ڈنکا بجے گا اس کے علاوہ کوئی دین یا کوئی طریقہ رب تعالیٰ کی بار گاہ میں قابل قبول نہیں ہو گا، جیسا کہ وہ اس بات کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ”آج کے دن تمہارے لیے تمہارے دین کو میں نے ہر طرح کامل کر دیا قوت میں بھی جس سے کفار کو مایوسی ہوئی اور احکام و قواعد میں بھی۔[4]“ صاحب تفسیر نے قاری کے سامنے دین اسلام کی کاملیت کی طرف توجہ مبذول کروائی ہے کہ دین کی تعلیمات اس حد تک کامل ہیں کہ انسانی زندگی کا کوئی پہلو چاہے اس کے مسائل قدیم ہوں یا جدید، ایسا نہیں جس میں اسے رہنمائی نہ ملے۔

iii۔ دینِ اسلام کی صداقت و حقانیت

جس طرح اسلام الہامی اور کامل دین ہے اسی طرح اس کی تعلیمات بھی سچی ہیں۔ اس کی سچائی میں پہلی بات کہ اس کی بنیادی کتاب سچی اور محفوظ ہے دوسرا احادیث میں احکامات کی جو تفصیلات ہیں ان میں کوئی تعارض نہیں۔ اختلاف یا تعارض کا نہ ہونا اس کی سچائی کو دوچند کر دیتا ہے۔ دین اسلام کی سچائی اور حقانیت کو اللہ تعالیٰ نے قرآن میں بیان کر کے انسان کو یہ پیغام دے دیا ہے کہ تمام ادیان میں سے سچا، قابل عمل دین صرف اسلام ہے۔ مولانا عبد الحمید سواتیؒ نے اس کا ذکر یوں کیا ہے کہ: ”اللہ کے نزدیک پسندیدہ اور سچا دین صرف اسلام ہے حضرت آدمؑ سے لے کر نبی آخر الزمانؐ تک تمام انبیاء کرام اسی دین کی دعوت دیتے رہے ہیں۔“[5] مولانا کی اس بات کی دلیل قرآن کریم میں یوں بیان ہوئی ہے، فرمایا: ”اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ۔[6] (بے شک دین اللہ کے نزدیک اسلام ہی ہے)“ اس آیت میں یہود و نصاریٰ کے دعویٰ کو غلط ثابت کر دیا جو وہ کہتے تھے کہ ہم اس نئے دین کو نہیں مانتے بلکہ ہم تو سابقہ انبیاء کے دین کو درست مانتے ہیں۔ جیسا کہ مولانا ابو الکلام آزادؒ اس حقیقت کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: قرآن نے دین کے لئے ''الاسلام'' کا لفظ اسی لئے اختیار کیا ہے کہ ''اسلام'' کے معنی کسی بات کے مان لینے اور فرماں برداری کرنے کے ہیں۔ وہ کہتا ہے: دین کی حقیقت یہی ہے کہ خدا نے جو قانونِ سعادت انسان کے لئے ٹھہرا دیا اس کی ٹھیک ٹھیک اطاعت کی جائے، یہ کچھ انسان کے لئے ہی نہیں ہے بلکہ تمام کائنات ہستی اسی اصل پر قائم ہے"۔[7] مولاناؒ مزید لکھتے ہیں: ”دین الٰہی کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ کے قانون کی اطاعت کی جائے۔[8]“ مولاناؒ کا اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ اسلام دراصل ایک قانون کا نام ہے جس کی اتباع نہ صرف انسانوں پر لازم ہے بلکہ کائنات کی ہر چیز اسی قانون کے تحت کام کر رہی ہے۔ اگر کوئی اس سے روگردانی کرے گا تو کائنات کا نظام درہم برہم ہو جائے گا۔ آج انسان تباہی کی طرف گامزن ہے تو اس کی وجہ بھی یہی ہے۔ دین کی یہ سچائی اور حقانیت قیامت تک قائم رہے گی کیونکہ اب کوئی نیا نبی نہیں آنا، البتہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک امتی کی صورت میں نزول فرمائیں گے نا کہ نبی کی طرح مبعوث ہوں گے۔

iv۔ کامیابی وترقی کا ضامن

اسلام متقین کو دنیوی و آخروی کامیابی کی نوید سناتا ہے۔ چنانچہ دین پر عمل کرنے کی صورت میں اللہ تعالیٰ اہل ایمان کو زمین وآسمان سے نزول برکات کی ضمانت عطا فرماتے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَلَوْ أَنَّ أَهْلَ الْقُرَى آمَنُواْ وَاتَّقَواْ لَفَتَحْنَا عَلَيْهِم بَرَكَاتٍ مِّنَ السَّمَاءِ وَالأَرْضِ۔[9] (اور اگر بستیوں والے ایمان لاتے اور بچ کر چلتے تو ہم ضرور ان پر آسمان اور زمین سے بہت برکتیں کھول دیتے) یہ امتیازی حیثیت بھی دین اسلام کو حاصل ہے جو کسی دوسرے دین ومذہب کو نہیں یا تو ان مذاہب میں رہبانیت کا درس ہے یا پھر مادیت کا چرچا، جبکہ اسلام اپنے متبعین کو دنیاو آخرت کی کامیابی اور ترقی کی ضمانت دیتا ہے۔ اس دین کے سوا کوئی ایسا دین و مذہب نہیں جو دونوں جہانوں میں ایسی ضمانت دے، مفتی محمد شفیعؒ (1976ء۔1897ء) نے تفسیر "معارف القرآن" میں اس بات پر زور دیا ہے کہ ایمان و تقویٰ کے بغیر دنیاوی و اُخروی فلاح ممکن نہیں وہ لکھتے ہیں کہ: "آسمان وزمین کی کل مخلوقات و موجودات کی برکات ایمان اور تقویٰ پر موقوف ہیں ان کو اختیار کیا جائے تو آخرت کی فلاح کے ساتھ دنیا کی فلاح وبرکات بھی حاصل ہوتے ہیں اور ایمان وتقویٰ کو چھوڑنے کے بعد ان کی برکات سے محرومی ہو جاتی ہے۔[10]" دین اسلام کے مطابق زندگی گزارنے والوں کو ابدی نعمتیں ملتی ہیں نہ تو دنیوی زندگی میں انقطاع ہوگا اور نہ ہی اخروی زندگی میں۔ مولانا شبیر احمد عثمانیؒ (1949ء۔1885ء) نے دین اسلام کی قدر و منزلت یہ کہہ کر بیان کی کہ دنیا میں امن وسکون اور نہ ختم ہونے والی نعمتیں دین اسلام کو اختیار کرنے سے ہی حاصل ہوں گی اور جو اس سے محروم رہا وہ دنیاو آخرت کی دائمی نعمتوں سے محروم ہو گیا۔[11] اسلام کی سچی دعوت اور تعلیم نے ان لوگوں کا بیانیہ بالکل غلط ثابت کیا جو دین کو انسانی ترقی کی راہ میں بہت بڑی رکاوٹ خیال کرتے تھے، جبکہ درحقیقت عہد رسالت سے عصر حاضر تک دین سے منسلک لوگوں کی زندگی کامرانی کا مرقع بنادی گئی۔ اور اسلام کا یہ وعدہ قیامت تک پورا ہوتا رہے گا۔ لیکن اس کامیابی اور دنیا میں مقام پانے کے لیے قرآن کی تعلیمات پر عمل پیرا ہونا پڑے گا۔

V۔ خاندانی نظام کے لیے بہترین مشعل راہ

انسانی زندگی کی اجتماعی صورت میں نظاموں کو بہت اہمیت حاصل ہے۔ جیسے نظام معاشرت، معیشت، سیاست اور اخلاق وغیرہ۔ ان تمام نظام ہائے زندگی کیلئے اسلامی تعلیمات مسلمہ اور بہترین ہیں۔ معاشرت میں خاندانی نظام کے لیے دینی تعلیمات کا کوئی مقابل نہیں، کیونکہ شریعت نے خاندانی نظام زندگی کو مستحکم کرنے کے لیے انسان کی بھرپور رہنمائی فرمائی ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَمِنْ اٰيَاتِهٖ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ۔[12] (اور اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ اس نے تمہارے لیے تمہی سے بیویاں پیدا کیں، تاکہ تم ان کی طرف {جاکر} آرام پاؤ اور اس نے تمہارے درمیان دوستی اور مہربانی رکھ دی، بے شک اس میں ان لوگوں کے لیے یقیناً بہت سی نشانیاں ہیں جو غور وفکر کرتے ہیں) اسلام انسان کو اس حقیقی زندگی کا تصور دیتا ہے جس میں رہ کر انسانی رشتوں کی پہچان ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مرد و زن کی صورت میں خاندانی نظام کی بنیاد فراہم کی اور پھر اسی بنیاد پر تہذیب و تمدن معرض وجود میں آئی، اور مرد و زن سے نسل انسانی کا سلسلہ شروع ہوا اور پھر اس سے کئی ایک نئے سلسلے بنے، جس سے معاشرہ کی تشکیل نو ہونے لگی۔ مولانا مودودیؒ اس حقیقت کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ: "یہی سکون کی طلب ہے جس نے انہیں مل کر گھر بنانے پر مجبور کیا، اسی کی بدولت خاندان اور قبیلے وجود میں آئے، اور اسی کی بدولت انسان کی زندگی میں تمدن کا نشوونما ہوا۔[13]" آدم وحوا علیہما السلام کی پیدائش خاندانی نظام کی طرف اٹھنے

والا پہلا قدم تھا۔ چنانچہ جتنی پرانی انسانی تاریخ ہے اتنا ہی زیادہ خاندانی نظام۔ لہذا کوئی معاشرہ خاندان کے بغیر اپنا سٹیٹس برقرار نہیں رکھ سکتا۔ بلکہ یورپ نے خاندانی نظام کا جان بوجھ کر انکار کیا تو نہ صرف سکون سے محروم ہوئے بلکہ معیشت کو روز افزوں رکھنے کے لیے جان کے لالے پڑ گئے۔ اخلاقی اقدار کی ناپید گی، احساس مروت کا خاتمہ ہوتا چلا گیا، فحاشی عام ہونے سے انواع واقسام بیماریوں کی آماجگاہ بنتا جا رہا ہے۔ اگر غور کیا جائے تو خاندان سے ہی رشتوں کا تقدس بنتا ہے، اور جس معاشرے میں خاندان نہیں وہاں تقدس کا کوئی لحاظ و پاس نہیں رہتا۔

vi۔ اخروی کامیابی کا ضامن

دین حنیف کی برتری کی ایک وجہ دین و دنیا کا حسین امتزاج ہونے کے ساتھ ساتھ اُخروی زندگی کی بھی بھرپور حمایت کرنا ہے۔ بلکہ دنیا کو آخرت کی کھیتی قرار دے کر آپس کے تعلق کو مضبوط بھی بنایا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: وَمَنْ يُّؤْمِنْ بِاللّٰهِ وَيَعْمَلْ صَالِحًا يُّكَفِّرْ عَنْهُ سَيِّاٰتِهٖ وَيُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ۔[14] (اور جو اللہ پر ایمان لائے اور نیک عمل کرے وہ اس سے اس کی برائیاں دور کر دے گا اور اسے ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، ہمیشہ ان میں رہنے والے ہیں، یہی بہت بڑی کامیابی ہے)

آیت میں اللہ تعالیٰ نے عمل صالح بجالانے والے اہل ایمان کو آخرت کی بہت بڑی کامیابی کی نوید سنائی ہے۔ جس سے خود اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اسلام ہی وہ واحد دین ہے جو انسان کی اخروی کامیابی کی بات کرتا ہے۔ جو جنت میں پہنچ گیا سب مرادیں مل گئیں، اللہ کی رضا اور دیدار کا مقام بھی وہ ہی ہے۔ اس کے بعد لکھتے ہیں کہ ایمان کامیابی کی علامت ہے اور نہ ہی عمل صالح نجات کی کسوٹی، جب تک وہ اللہ کے قانون کے مطابق نہ ہو۔ قرآن وسنّت کی تعلیمات کے مطابق اُخروی زندگی کی کامیابی ایمان و عمل صالح کی پابندی سے ہی ممکن ہے۔

2۔ احکام دین

دین کی معنویت میں احکام دین کا کلیدی کردار ہے۔ انسان کی قدر و منزلت احکام دین پر عمل پیرا ہونے میں ہی ہے۔ چنانچہ شریعت نے احکام کی پابندی کرنے والے انسان کو دین و دنیا کی کامیابی کی خوشخبریاں سنائی ہیں۔ جو بھی انسان شریعت کے عین مطابق زندگی گزارے گا اللہ تعالیٰ اس کے دامن کو دنیا و آخرت کی بھلائیوں اور خوشیوں سے بھر دے گا۔ لیکن جو انسان ان احکامات سے منہ پھیرے گا اللہ اس سے ان نعمتوں کو چھین لے گا۔ اب ذیل میں اسلام کی معنویت کی تبیین کے لیے احکام دین کا ذکر کیا جاتا ہے۔

i۔ عقائد

احکام میں عقائد کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ عقائد کی درستگی ہی دوسرے احکامات پر عمل پیرا ہونے کی ترغیب دلاتی ہے۔ عقائد اعمال کا محرّک ہیں۔ کیونکہ عقائد دل و دماغ پر حکمرانی کرتے ہیں، لہذا عقائد کا اسلامی تعلیمات کے مطابق ہونا ضروری ہے۔ ارشاد ربانی ہے: لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ۔ [15] نیکی یہ نہیں کہ تم اپنے منہ مشرق اور مغرب کی طرف پھیر واور لیکن اصل نیکی اس کی ہے جو اللہ اور یوم آخرت اور فرشتوں اور کتاب اور نبیوں پر ایمان لائے) آیت بالا میں اہل کتاب {یہود و نصاریٰ} کے تحویلِ قبلہ پر اعتراضات، عقائد و نظریات اور بدعات کا رد کیا گیا ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان

چیزوں پر ایمان لانے کی دعوت دی ہے جن کی بنیاد پر انسان کی نیکی قبول ہو گی، جب توحید میں شرک، رسالت میں اپنی مرضی سے کسی کو مانا اور کسی کا انکار کر دیا، خاص کر پیغمبر اسلام کا انکار کرنا، آسمانی کتب میں قرآن کا انکار، آخرت میں بغیر ایمان و عمل کے کامیابی کا دعویٰ، جنت پر اپنا حق جتلانا، حقوق العباد میں عدم دلچسپی ہو تو پھر یہ چیزیں کوئی معنی نہیں رکھتیں کہ قبلہ تبدیل کیوں ہوا؟ رسول بنی اسرائیل سے کیوں نہیں؟ مولانا اصلاحی اسلام کی حقانیت و صداقت، تجدید دین، تقاضے اور یہود و نصاریٰ کے باطل عقائد کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ان احکام و شرائع کے پہلو بہ پہلو تجدید دین کے تقاضوں کے تحت ان بدعات کی تردید ہے اور یہاں اسی تجدید دین کے تقاضے کے تحت اصل احکام کے بیان کی تمہید اس طرح اٹھائی کہ اللہ کی بندگی اور اطاعت کا حق صرف مشرق اور مغرب کی طرف منہ کر لینے سے ادا نہیں ہو جاتا بلکہ اصل شے وہ عقائد اور اعمال و اخلاق ہیں جن کی شریعت نے تعلیم دی ہے۔[16] مسلمانوں کو بھی یہود و نصاریٰ کی روش اختیار کرنے سے روکا گیا ہے کہ تم بھی کہیں ان کی طرح دین کی بنیاد کو چھوڑ کر عام مسائل میں الجھ کر شریعت کی اصل شکل ہی مسخ نہ کر بیٹھو۔ یہ تمام تمہیدی باتیں اس امت کے لیے تنبیہ ہیں کہ کہیں تم فروعی باتوں میں الجھ کر اصل دین کو نہ چھوڑ دینا اور نہ تم بھی یہود نصاریٰ کی طرح مچھر کو چھاننے والے اور اونٹ کے نگلنے والے بن جاؤ گے۔ پھر نہ تو ان کا دعویٰ توحید کام آیا اور نہ تمہارا دعویٰ کام آئے گا۔ اسلام کی قدر و منزلت بنیادی عقائد کی مضبوطی اور اعمال و اخلاق کی وجہ سے ہے، اگر دین کے بنیادی اعمال سے پہلو تہی اختیار کی جائے تو پھر یہود و نصاریٰ اور ہم میں کیا فرق ہے؟ انہوں نے بھی اصل دین چھوڑ کر بدعات ایجاد کیں اور ہم بھی انہی کے نقشِ قدم پر چل پڑے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اصل نیکی یہی ہے سے مطلب کسی بھی نیکی کی بنیاد عقائد پر ہے۔ اور جب تک عقائد و معاملات اللہ اور رسول کے حکم کے تابع نہیں ہوتے تب تک کوئی نیکی مقبول نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام میں بنیادی عقائد، عبادات و معاملات اور حقوق العباد کا باہمی امتزاج موجود ہے اگر انسان اسلامی تعلیمات پر عمل کرے تو زندگی ہر اعتبار سے بہتر ہو جائے گی۔

ii۔ عبادات

عقائد کی درستگی کا اظہار انسان کے اعمال سے ہوتا ہے اس لیے عقائد کے بعد اسے عبادت کا حکم دیا گیا ہے۔ انسان جب اللہ تعالیٰ کو اپنا خالق و مالک مان لیتا ہے تو گویا اسے اپنا معبود بھی تسلیم کر لیتا تو پھر وہ مقصدِ تخلیق سے بھی آگاہ ہو جاتا ہے۔ ارشاد ربانی ہے :"وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ۔[17] (اور میں نے جنوں اور انسانوں کو پیدا نہیں کیا مگر اس لیے کہ وہ میری عبادت کریں)۔ انسان کو عبادت کا حکم اس لیے نہیں دیا گیا کہ اس سے اللہ کی بادشاہت میں اضافہ ہو گا یا اللہ کو عبادت و بندگی کی ضرورت ہے۔ ایسا بالکل نہیں، بلکہ عبادت کا اصل فلسفہ انسانی اخلاق و کردار کو سنوارنا، باہمی تعاون و ہمدردی کی فضا پیدا کرنا ہے، نماز بے حیائی اور ظلم و بربریت سے روکنے، زکوٰۃ کمزوروں کو سہارا دینے، روزہ امراء کو بھوک کا احساس دلانے، حج امت کی وحدت اور جہاد ظلم کو روکنے اور مظلوموں کی دادرسی کے لیے ہے۔ جب کوئی شخص صحیح معنوں میں عبادات کو ان کے تقاضوں کے ساتھ پورے کرے گا تو آخرت کی ابدی زندگی میں من پسند حیات کا مستحق ٹھہرے گا۔ اسی لیے لفظ عبادت اللہ کی اطاعت و فرمانبرداری کے لیے مستعمل ہوا ہے کہ ہر کام میں اپنے آپ کو اس کے سامنے سرنگوں رکھنا ہے مولانا اصلاحیؒ لکھتے ہیں: یہ امر واضح رہے کہ اللہ کی بندگی اس لیے مطلوب نہیں ہے کہ اللہ کسی کی بندگی کا محتاج ہے بلکہ قرآن میں جابجا یہ تصریح ہے کہ بندے ہی اس کی بندگی کے محتاج ہیں اس لیے کہ ان کی رفعت و بلندی کا زینہ یہ بندگی ہی ہے، اگر اس بندگی سے وہ منحرف ہو جائیں تو پھر ان کی حیثیت حیوانات سے زیادہ نہیں رہ جاتی بلکہ وہ ان سے بھی فروتر درجے میں گر جاتے ہیں۔[18] اللہ کی بندگی کا

واضح مفہوم اسلام کے علاوہ کسی اور مذہب میں موجود نہیں، اس لیے ہر بندے کو چاہیے کہ وہ اس دین کی قدر و منزلت کو جانتے ہوئے دائرہ اسلام میں داخل ہو جائے۔

iii۔ معاملات

انسان اپنے سرمائے کو محفوظ کرنے کے لیے ہر طرح کے جتن کرتا ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے عملی زندگی میں معاملات درست رکھنے کے لیے اسلام کی نعمت سے سرفراز کیا۔ اگر شادی بیاہ، معاہدات، تجارت، لین دین، رہن سہن، طرز بود و باش، اخلاقی اور سیاسی معاملات میں اسلام کی مخالفت کو روش بنائے گا تو عبادت ضائع ہو جائے گی، یہی وجہ ہے کہ انسان کو مکمل طور پر دین اسلام میں داخل ہونے کا حکم دیا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے :يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ادْخُلُوا فِي السِّلْمِ كَافَّةً وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ۔[19] (اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ اور شیطان کے قدموں کے پیچھے مت چلو، یقیناً وہ تمہارا کھلا دشمن ہے) آیت مبارکہ واضح کرتی ہے کہ اسلامی تعلیمات کی مخالفت اتباع شیطان ہے جبکہ حقیقت حال میں ایسے لوگ مغربی رنگ میں رنگے جا چکے ہیں، لہٰذا نظام معاشرت، معیشت اور سیاست میں اسلامی تعلیمات کے برعکس عمل کرتے ہوئے اسے وقت کی ضرورت قرار دیتے ہیں۔ ایسے لوگوں کی اسلام مخالف سوچ کی پر تنقید کرتے ہوئے مولانا عبد الرحمٰن کیلانیؒ (1928ء۔1995ء) لکھتے ہیں کہ: " دعویٰ تو تم اسلام کا کرو اور معاشی نظام روس سے مستعار لو اور سیاسی نظام انگریز سے ۔[20] صاحب تفسیر نے یہاں نظام معیشت اور سیاست کی بات کی ہے لیکن حقیقت میں تو مغرب سے مرعوب لوگوں نے ہر چیز ان سے مستعار لے رکھی ہے۔ ایسے لوگوں نے اہل مغرب کو خوش کرنے کے لیے اسلام کے لازوال اصولوں کا انکار کرکے اپنی مرضی سے تعبیر و تشریح کرنا شروع کر دی۔ مغرب سے مرعوب زدہ لوگوں کی اس فکر کو بیان کرتے ہوئے مولانا عبد الماجد دریا آبادیؒ لکھتے ہیں کہ: کہلاتے تو رہو مسلمان لیکن رسمیں اختیار کر لو مجوس عجم کی، معاشرت لے لو مشرکین ہند کی، قانون فوجداری اختیار کر لو ملحدین فرنگ کا، معاملات کرنے لگو دستور یہود کے مطابق شیطان کے نقش قدم پر چلنا یہی ہے کہ اسلام میں غیر اسلام کی آمیزش کی جانے لگے، اور اسے کوئی اصلاحی یا تجدیدی کارنامہ سمجھا جانے لگے۔[21] مولانا دریا آبادی چونکہ باطل مذاہب کا بہت عمیق مطالعہ رکھتے تھے اس لیے انہوں نے ہر ایسے کام پر کڑی تنقید کی ہے جس میں غیروں کی خوشنودی اور شعائر اسلام کی مخالفت کی ذرہ برابر بھی آمیزش موجود ہو۔ اس دور میں کئی ایسے اسلام کے علمبردار تھے جن کی کوشش تھی کہ اسلام کو دیگر مذاہب کے ساتھ ہم آہنگ کیا جائے تاکہ اسلام کی مخالفت کم سے کم ہو۔ اور اسے وقت کی ضرورت سمجھتے ہوئے اصلاحی کارنامہ قرار دے رہے تھے۔ لیکن حقیقت میں وہ یہود و نصاریٰ کو خوش کر رہے تھے۔ جبکہ قرآن کی دعوت تو یہ ہے کہ تم پورے کے پورے اسلام میں داخل ہو جاو۔ جو چیز تمہیں اسلام دے بس اسی کو اختیار کرو اس کے علاوہ کسی اور چیز کی طرف مت دیکھو۔ صاحب تفسیر نے اس طرح کی فکر رکھنے والوں کو قرآن کا پیغام واضح الفاظ میں سنایا ہے کہ یہ ممکن نہیں کہ تم کام تو سب کفار والے کرو اور رہو پھر بھی مسلمان۔ تمہاری یہ اصلاحی اور تجدیدی سوچ کسی صورت میں بھی قابل قبول نہیں۔

مولانا وحید الدین خاں نے اس آیت کی تفسیر میں قاری کو بڑے سادہ انداز میں یہ بات سمجھانے کی کوشش کی ہے کہ دین اسلام میں مکمل داخل ہونے کا مطلب ہے کہ انسان اپنے ہر طرح کے تحفظات اور مصلحتوں کو چھوڑ کر صرف اور صرف اسلام کے مطابق زندگی گزارنا شروع کر دے نہ کہ اپنی خواہشات کی تکمیل میں اسلام کی جزوی تعلیمات پر عمل کرے، وہ لکھتے

ہیں"اسلام جس چیز کو کرنے کو کہے اس کو کیا جائے اور جس کو چھوڑنے کو کہے اس کو چھوڑ دیا جائے۔ یہ کسی آدمی کا پورے کا پورا اسلام میں داخل ہونا ہے۔"[22]دوسری طرف ایسے لوگوں تنقیدی انداز میں بات سمجھانے کی کوشش کی ہے کہ تم ایسا دین لے لو جو تمہاری چاہتا کے خلاف نہ، جس سے تمہارے دنیاوی معاملات متاثر نہ ہوں، اور نہ ہی تمہاری قائدانہ مصلحتوں کو بھی مجروح نہ کرے۔ ایسے لوگ ایک وقت تک تو اسلام پر چلتے ہیں لیکن بعد ازاں راستے میں ایسی مشکلات آتی ہیں کہ انسان چاہا کر بھی اسلام پر عمل نہیں کر سکتا۔ اصل میں مولانا کے سامنے اس وقت کے وہ لوگ ہیں جو اسلام کو جدید انداز میں پیش کرنا چاہتے ہیں جس میں دین کی اصل بنیادوں کو چھوڑ کر فقط عقل کو معیار بنایا جاتا ہے اور مغرب کو خوش کیا جاتا ہے۔ انسان شرعی احکامات پر عمل پیرا ہو تو دنیا و آخرت میں کامیاب ہو جائے گا۔ اور اگر اسلام کے ساتھ ساتھ انسان ایسی چیزوں کے ساتھ بھی تعلق رکھے جو اسلام کے منافی ہیں تو ایسا انسان حقیقت میں مکمل طور پر اسلام میں داخل نہیں ہوا۔

iv۔ عقوبات

عقل سلیمہ والا جانتا ہے کہ بگاڑ کے بعد اصلاح ضروری ہوتی ہے تا کہ اس سے وہی کام لیا جاسکے جس مقصد کے لیے اسے بنایا گیا تھا۔ شریعت مطہرہ حدود سے متجاوز لوگوں کے لیے عقوبات {یعنی حدود و تعزیرات} کا حکم دیتی ہے، تاکہ معاشرے میں پائی جانے والی انار کی کو امن و سکون میں بدلا جاسکے اور قصاص کا نظام رائج کر کے اسے انسانی بقاء کا ضامن قرار دیا۔ ارشاد الہیٰ ہے:

وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيَاةٌ يَآ أُولِي الْأَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ۔ [23]اور تمہارے لیے بدلہ لینے میں ایک زندگی ہے اے عقلوں والو؛ تا کہ تم بچ جاؤ) کچھ لوگ قصاص کی بجائے خود انتقام لیتے ہوئے بے گناہوں کو بھی قتل کر دیتے ہیں، جبکہ بعض لوگ عفو و درگزر کا سہارا لے کر سزائے موت کو ہدف تنقید بناتے ہیں جس کی وجہ سے اکثرت قصاص کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتی ہے۔ مولانا مودودیؒ نے یہ واضح کیا ہے کہ قصاص میں ہی معاشرے کی زندگی ہے اور جو لوگ اس کی مخالفت کرتے ہیں ایسے لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ:"جو سوسائٹی انسانی جان کا احترام نہ کرنے والوں کی جان کو محترم ٹھہراتی ہے، وہ دراصل اپنی آستین میں سانپ پالتی ہے۔ تم ایک قاتل کی جان بچا کر بہت سے بے گناہ انسانوں کی جانیں خطرے میں ڈالتے ہو۔[24]" عہد رسالت ﷺ سے اب تک جن علاقوں میں حدود و تعزیر انکا نفاذ عملا نفوذ پذیر ہوا وہاں امن و امان کی صورتحال دیگر ممالک کی نسبت بہتر ہے۔ جبکہ اس کے برعکس جہاں عقوبات عملا معطل ہیں وہاں برائی کا تناسب اس حد تک بڑھ چکا ہے کہ نہ تو کسی کی جان محفوظ ہے اور نہ مال اور آبرو۔ لہذا یہ شرف اہل اسلام ہی کو حاصل رہا کہ ایسا معاشرہ ہر لحاظ سے محفوظ ہو جاتا ہے۔

3۔ دین اسلام کی افادیت

انسان ہمیشہ وہ کام کرنے کی کوشش کرتا ہے جس میں اسے کوئی فائدہ نظر آتا ہے۔ اس کی ساری صلاحیت اس فائدے کے حصول کے لیے صرف ہو رہی ہے۔ انسانی رویّوں کے پیش نظر دین اسلام نے انسان کو اس بات کی دعوت دی ہے کہ وہ اسلامی تعلیمات کو مکمل طور پر اپنا لے جس کے بدلے میں اسے دنیا و آخرت دونوں میں بے شمار فوائد و ثمرات حاصل ہوں گے۔ ذیل میں چند ایسے فوائد کا ذکر کیا جاتا ہے جو ہر اس انسان کو مل سکتے ہیں جو دین اسلام پر عمل کرے گا۔

i۔ **شرف انسانیت**

اللہ تعالیٰ خالق کائنات ہے اسی نے انسان کو بنایا اور عزت و شرف سے نوازا، اسلام کی نظر میں انسان کی فضیلت کا معیار مال و دولت، حسب و نسب، خوبصورتی یا جاہ و حشمت نہیں بلکہ تقویٰ اور پرہیز گاری ہے، یہ معیار انسان کے لیے دین نے مقرر کیا ہے اور اسی معیار کی بنیاد پر ہر انسان معزز بنتا ہے، لہٰذا اسی وجہ سے معاشرے کا ہر انسان احترام کا مستحق ہے، جیسے فرمایا: ''وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي اٰدَمَ۔ [25](اور بلاشبہ یقیناً ہم نے آدم کی اولاد کو بہت عزت بخشی) اللہ رب العزت ہی کا بنی آدم پر احسان ہے کہ اس نے تمام مخلوقات سے بہتر بنایا اور سب سے پہلے انسان حضرت آدمؑ کو مسجود ملائکہ بنایا، دنیا کی ہر چیز کو اس لیے مسخر کر دیا وہاں سب سے اہم تو یہ ہے کہ اللہ نے اسے عقل و تدبیر اور حواس عطا کیے جن کی مدد سے یہ دین و دنیا بہتر بنا سکتا ہے۔ اللہ نے انسان کو عزت و اکرام سے نوازا، انسان کو یہ مقام اسی وقت حاصل ہوتا ہے جب خالق و مالک کی منشا کے مطابق زندگی بسر کرے۔ انسان کی اصل خوبصورتی اور شرف اسی صورت میں ہے جب وہ عقل و شعور سے کام لیتے ہوئے اپنی زندگی کو اس طرح سلیقہ مند انداز میں گزارے کہ جس سے وہ دنیا و آخرت میں سرخرو ہو سکے۔ مولانا عبدالرحمٰن کیلانیؒ انسان کے اس وقار سے متعلق کہتے ہیں کہ جتنا وقار اللہ کریم نے اسے دیا ہے مخلوق میں سے کسی کو نہیں دیا لیکن یہ پھر بھی اللہ کو چھوڑ کر دوسری مخلوقات کے سامنے جھکا ہوا نظر آتا ہے۔[26] غیر اللہ کی بندگی کرنے کی وجہ سے انسان شرف انسانیت کے مقام سے محروم ہو کر چوپاؤں کے درجے میں پہنچ جاتا ہے۔ فرمایا: ''أُولَٰئِكَ كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ أُولَٰئِكَ هُمُ الْغَافِلُونَ۔[27](یہ لوگ چوپاؤں جیسے ہیں بلکہ یہ زیادہ بھٹکے ہوئے ہیں، یہی ہیں جو بالکل بے خبر ہیں)'' اللہ تعالیٰ نے آنکھیں راہ ہدایت دیکھنے، کان اچھی باتیں سننے، اور دل و دماغ حق و باطل میں فرق کرنے کے لیے عطا کیے، تاکہ وہ اپنی زندگی کے مقصد کو پا سکے اگر وہ ایسا نہیں کرتا تو پھر اس میں اور چوپائے میں کیا فرق بلکہ یہ تو چوپاؤں سے بھی زیادہ بھٹکا بدتر ہے ایسا انسان کہ اس کے سامنے نہ دنیا کا مقصدِ حیات ہے اور نہ مرنے کے بعد کی زندگی اور جوابدہی کی فکر ہے، اگر اس نے انسانی وقار حاصل کرنا ہے تو پھر دین اسلام کی تعلیمات کے مطابق زندگی گزارنی ہو گی۔

ii۔ **مہذب و متمدن زندگی**

اسلامی تعلیمات کی وجہ سے غیر مہذب لوگ بھی مہذب و متمدن ہو گئے۔ سب جانتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی بعثت کے وقت عرب معاشرہ کے افراد برائیوں میں گرے پڑے تھے یہاں تک کہ بچی کے پیدا ہونے کو نحوست سمجھا جاتا اور اسے زندہ زمین میں دفن کر دیا جاتا۔ بے حیائی اور قتل و غارت جیسی بڑی برائیاں بھی ان میں عام تھیں، جیسے فرمایا: ''فَإِنَّمَا يَسَّرْنَاهُ بِلِسَانِكَ لِتُبَشِّرَ بِهِ الْمُتَّقِيْنَ وَتُنْذِرَ بِهِ قَوْمًا لُّدًّا۔ [28](سو اس سوا کچھ نہیں کہ ہم نے اسے تیری زبان میں آسان کر دیا، تاکہ تو اس کے ساتھ متقی لوگوں کو خوشخبری دے اور اس کے ساتھ ان لوگوں کو ڈرائے جو سخت جھگڑالو ہیں)۔ اہل عرب کا آپس میں الجھتے رہنا، حتی کہ نبی ﷺ کو دشنام کرنا ان کے لیے عام سی بات تھی، مولانا اصلاحیؒ لکھتے ہیں: ''اہل عرب اپنی بدویت کے سبب سے اکھڑ بھی تھے اور اپنی امیّت کے باعث معاملاتِ دین میں بہت جامد اور متعصب بھی اسی وجہ سے بات بات پر آنحضرت ﷺ کے خلاف مورچہ جماتے اور آپ ﷺ کو زچ کرنے کے لیے روز نت نئے مطالبات پیش کرتے۔[29]'' لیکن وقت کے ساتھ ساتھ بدویوں کے مزاج میں دین کی محبت پیدا ہونا، اسلام کی دولت سے مالامال ہونا، دل کی کھیتی کا ذرخیز ہو جانا، سود کی بجائے تجارت کا ذریعہ معاش بننا، دین مہذب و متمدن زندگی کا آغاز ثابت ہوا۔ یہی وجہ تھی کہ

دیکھتے ہی دیکھتے ان اصولوں {یعنی قرآن واحادیث} کو اپنانے والوں کی زندگیاں بدل گئیں اور وہ لوگ نہ صرف مہذب ہوئے بلکہ اخوت کی لازوال مثال قائم کردی، جیسے فرمایا:وَ اَلَّفَ بَیْنَ قُلُوْبِهِمْ لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا مَّآ اَلَّفْتَ بَیْنَ قُلُوْبِهِمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ بَیْنَهُمْ اِنَّه عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ۔ [30](اور ان کے دلوں کے درمیان الفت ڈال دی، اگر تو زمین میں جو کچھ ہے سب خرچ کردیتا ان کے دلوں کے درمیان الفت نہ ڈالتا اور لیکن اللہ نے ان کے درمیان الفت ڈال دی) غیر مہذب قوم کے دلوں میں الفت کا پیدا ہونا اللہ کی خاص رحمت کی وجہ سے تھا۔ آج بھی انسان ایک دوسرے سے محبت والفت کی مثال قائم کرسکتا ہے اگر وہ ایمان لے آئے اور دین اسلام کی تعلیمات پر عمل شروع کردے، اخوت ومحبت کا یہ رشتہ اور ایک دوسرے سے ہمدردی کا جذبہ صرف اور صرف دین اسلام ہی دیتا ہے۔

iii۔ معاشرتی استحکام

دین اسلام نے معاشرت کیلئے بہترین تعلیمات دیں ہیں جیسے خاندانی نظام میں والدین اور اولاد کیلئے حقوق و فرائض رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی اور عام لوگوں کے ساتھ تعاون و ہمدردی ایسی خوبصورت تعلیمات ہیں کہ ان پر جس دور میں بھی عمل ہوا، معاشرتی استحکام مضبوط بنیادوں پر قائم ہوا اور سب نے اس کا فائدہ اٹھایا۔ جیسے فرمایا:وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِه شَیْئًا وَّبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتَامٰی وَالْمَسَاكِیْنِ وَالْجَارِ ذِی الْقُرْبٰی وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ وَابْنِ السَّبِیْلِ وَمَا مَلَكَتْ اَیْمَانُكُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرًا۔[31]اور اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ بناؤ اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو اور قرابت والے کے ساتھ اور یتیموں اور مسکینوں اور قرابت والے اجنبی ہمسائے اور پہلو کے ساتھی اور مسافر {کے ساتھ} اور {ان کے ساتھ بھی} جن کے مالک تمہارے دائیں ہاتھ بنے ہیں، یقیناً اللہ ایسے شخص سے محبت نہیں کرتا ہے جو اکڑنے والا، شیخی مارنے والا ہو) معاشرتی استحکام کی لازوال نعمتیں دین اسلام ہی کے ذریعے حاصل ہو سکتی ہیں، اور جو اسلام کی دولت سے محروم رہتے ہیں وہ کبھی بھی رشتوں کا لحاظ نہیں رکھتے کیونکہ اسلام سے محرومی انسان کے دل میں تکبر کو پیدا کرتی ہے اور تکبر کرنے والا دوسروں کے ساتھ رشتہ قائم رکھنا اپنی شان کے خلاف سمجھتا ہے۔ معاشرتی استحکام دینِ اسلام پر عمل سے ہی ممکن ہے کیونکہ دین اسلام ہی انسان کو مستحکم معاشرے کے لیے حقوق و فرائض کا درس دیتا ہے۔ اور انسان اسی صورت میں اپنی اخلاقی ذمہ داریوں کو پورا کرسکتا ہے جب وہ اللہ کی عبادت وریاضت کے سبب ایمان میں مضبوط ہوتا ہے۔ مولانا ابوالکلام آزادؒ مستحکم معاشرے کی بنیاد اللہ کے ذکر وعبادت کو قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں: "معاشرتی زندگی کے جو حقوق وفرائض بیان کیے گئے ہیں اگر تم چاہتے ہو کہ ان کی اخلاقی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہو، تو چاہیے کہ خدا کے ذکر وعبادت سے اپنی ایمانی قوت مضبوط کرتے رہو۔[32]" جو انسان عبادت کی حقیقت یعنی خشوع وخضوع کے ذوق سے محروم ہو وہ کسی بھی صورت میں عملی زندگی کے اخلاقی اصولوں پر قائم نہیں رہ سکتی۔ اسلام ہی دین فطرت ہے، لہٰذا اس کی تعلیمات فطرت کے عین مطابق ہیں، فطری تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے معاشرتی زندگی گزارنے کے اصول وضع کیے گئے تاکہ انسان قوانین کی پاسداری کرتے ہوئے خوشحال معاشرے کی تشکیل میں اپنا کردار ادا کرے۔

iv۔ معاشی استحکام

اسلام کو مال و دولت کی نعمت قرار دیا ہے، چنانچہ اسکے حصول کے لیے ایسے اصول وضوابط وضع کیے جس سے مال محفوظ بھی رہے اور نمو بھی ہو۔ ایک طرف حلت و حرمت کے فلسفے سے فکر انسانی کو پاکیزہ بناتو دوسری جانب کسب مال پر برکت و خوشحالی کی خوشخبریاں بھی سنائیں، شریعت اس بات کی بھی پابند بناتی ہے کہ اسراف و تبذیز کی بجائے اللہ کی راہ میں زکوۃ و صداقت کی شکل میں غرباء پر خرچ کرے، جس سے معیشت میں استحکام کے ساتھ مال میں خیر و برکت ہو، جیسے فرمایا:مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَـهُمْ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰـهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِىْ كُلِّ سُنْبُلَـةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ وَاللّٰـهُ يُضَاعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰـهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ۔[33] ان لوگوں کی مثال جو اپنے مال اللہ کے راستے میں خرچ کرتے ہیں، ایک دانے کی مثال کی طرح ہے جس نے سات خوشے اگائے، ہر خوشے میں سو دانے ہیں اور اللہ جس کے لیے چاہتا ہے بڑھا دیتا ہے اور اللہ وسعت والا ہے، سب کچھ جاننے والا ہے) آیت مذکورہ میں مثال سے کسب حلال سے خرچ کرنے کی ترغیب کے ساتھ دنیا و آخروں میں کئی گنا زیادہ ملنے کی خوشخبری بھی سنائی جارہی ہے۔ محمد کرم شاہ الازھریؒ مخاطب کو راہِ الٰہی میں خرچ کرنے کی ترغیب دلاتے ہوئے کہتے ہیں کہ: "جب یہ یقین ہو کہ یہاں ایک درہم خرچ کرنے سے سات سو درہم ملیں گے تو کونسا عقل مند ایسا ہو گا جو بصد خوشی اپنا سارا سرمایہ اس سودے میں نہیں لگا دے گا۔ اللہ جو غنی و حمید ہے اپنی راہ میں خرچ کرنے والوں کو وہ داتا یونہی دیا کرتا ہے۔[34]" رضائے الٰہی کی خاطر پاکیزہ وطیّب مال خرچ کرنے کے نتیجے میں جہاں بنیادی ضروریات ہر شخص کی پہنچ میں ہوں گی وہیں مال امیر سے غریب تک پہنچے گا تو معاشی استحکام ہونے کی وجہ سے چوری وڈکیتی اور لوٹ مار کا خاتمہ ہو گا۔ مال محفوظ ہو گا، ملک میں خوشحالی ہو گی۔

v۔ مذہبی راواداری

اسلام بلا امتیاز مذہبی راواداری کا علمبردار ہے۔ یہ اسلام ہی کا طرہ امتیاز ہے کہ الہامی کتب اور سابقہ انبیاء پر ایمان لانے والا ہی مسلمان بن سکتا ہے۔ اسی دین کا امتیازی وصف ہے کہ یہ کسی کو جبراً دین میں داخل کرنے کا حکم روادار نہیں، جیسے فرمایا: "لَآ اِكْـرَاهَ فِى الدِّيْنِ۔ [35] (دین میں کوئی زبردستی نہیں)"۔ اسلام مذہبی معاملات میں اس حد تک رواداری کا علمبردار ہے کہ یہ تمام مذاہب کی عبادت گاہوں کا محافظ ہونے کے ساتھ تعصب اور تنگ نظری کا بھی مخالف ہے۔ جبکہ بعض مذاہب میں لوگوں کو جبراً ہم مذہب بنانے کے علاوہ مساجد کو نقصان پہنچایا جاتا ہے یہ امتیاز اور اعزاز اسلام کا ہی ہے کہ وہ کسی پر مذہبی پابندی نہیں لگاتا، مفسرین نے اس آیت کی بنیاد پر مخاطب پر یہ بات واضح کی ہے کہ قرآن کریم کی صداقت و حقانیت اس سے بڑھ کر کیا ہو سکتی ہے؟ کہ یہ کسی بھی انسان کو زبردستی عمل کروانے کی بجائے حق و صداقت کی دعوت سے اپنی طرف مائل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ مولانا عبدالحق حقانیؒ (1919ء-1851ء) قرآن کریم کے اس اسلوب کو نہایت عمدگی کے ساتھ بیان کرتے ہوئے اسلام پر اعتراض کرنے والوں کا جواب دیا ہے۔ کہ قرآن نے جس جہاد کا حکم دیا ہے اس کا مقصد زبردستی اسلام پھیلانا نہیں، اور نہ ہی کسی کو بزورِ شمشیر مجبور کر کے مسلمان بنانا ہے۔ یہ تو محض مخالفین کی اسلام کے خلاف کج فہمی ہے۔ قرآن تو دلائل و حقائق کی بنیاد پر اپنی طرف بلاتا ہے مولانا لکھتے ہیں: "خدا نے اپنے نبی برحق کی معرفت وہ معجزات و آیاتِ بینات ظاہر کئے کہ جن سے حق و باطل میں رات دن کی طرح امتیاز ہو گیا۔[36]" گو جو بھی ایمان لاتا ہے وہ پیغمبر اسلام ﷺ پر نازل ہونے والی اس کتاب مقدس کی

حقانیت و صداقت کا معترف ہو کر ہی ایمان لاتا ہے۔لہٰذا اگر کوئی شخص مذکورہ بالا آیت مبارکہ پر عمیقانہ نگارہ دوڑائے تو وہ یقیناً اسلام پر اعتراض کرنے کی بجائے اس کے بارے نرم گوشہ اختیار کرتے ہوئے دائرہ اسلام میں داخل ہو جائے۔

vi۔ خیر خواہی

اسلام اپنے آپ کی خیر خواہی کے ساتھ دوسروں کو بھلائی کا بھی کہتا ہے۔اچھا مشورہ دینا، دین کی دعوت دینا، قبولیت کے فوائد بتانا، اغیار کی عیب پوشی کرنا، ضروریات کو پورا کرنا اور نیکی کے کام میں ممد ومعاون بننا، دھوکے سے اجتناب کرنا اور خیر کے کاموں میں پہنچنے والے مصائب و تکالیف کو برداشت کرنا، جیسے فرمایا:وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ۔[37] (اور آپس میں نیک کام اور پرہیز گاری پر مدد کرو، اور گناہ اور ظلم پر مدد نہ کرو) اسلام کا یہ وصف خاص ہے کہ وہ نیکی اور پرہیز گاری کی ترغیب دلاتا اور ظالم سے تعاون کی حوصلہ شکنی کرتا ہے۔ بلکہ ظالم سے خیر خواہی کا درس دیتا ہے کہ اسے برائی سے روکا جائے ، ظالم اور مظلوم سے بھلائی کے فلسفہ کو رسول اللہ ﷺ نے یوں بیان فرمایا:انْصُرْ أَخَاكَ ظَالِمًا أَوْ مَظْلُومًا» فَقَالَ رَجُلٌ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَنْصُرُهُ إِذَا كَانَ مَظْلُومًا، أَفَرَأَيْتَ إِذَا كَانَ ظَالِمًا كَيْفَ أَنْصُرُهُ؟ قَالَ: «تَحْجُزُهُ، أَوْ تَمْنَعُهُ، مِنَ الظُّلْمِ فَإِنَّ ذَلِكَ نَصْرُهُ ۔[38] اپنے بھائی کی مدد کرو خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم۔ایک شخص نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! اگر وہ مظلوم ہو تب تو میں اس کی مدد کروں لیکن مجھے یہ بتایئے کہ جب وہ ظالم ہو تو میں اس کی مدد کیسے کروں ؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اسے ظلم سے باز رکھو، یا فرمایا: اُسے روکو، کیونکہ یہ بھی اس کی مدد ہے) خیر خواہی کی خوبصورت تصویر کشی کرتے ہوئے مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کہتے ہیں کہ:"اگر کوئی شخص بالفرض جوشِ انتقام میں زیادتی کر بیٹھے تو اس کے روکنے کی تدبیر یہ ہے کہ جماعتِ اسلام اس کے ظلم و عدوان کی اعانت نہ کرے۔ بلکہ سب مل کر نیکی اور پرہیز گاری کا مظاہرہ کریں اور اشخاص کی زیادتیوں اور بے اعتدالیوں کو روکیں۔[39]" شریعت جہاں جبرا مسلمان بنانے کی مذمت کرتا ہے ، وہیں نو مسلم کو اپنے مسلمان بھائیوں کی خیر خواہی کی تلقین بھی کرتا ہے۔اپنے مال و جان کی طرح دوسروں کی آبرو و جان کی حفاظت کرنی ہے۔

vii۔ دین و دنیا کا حسین امتزاج

شریعت نے دنیا میں رہتے ہوئے دنیا کی کامرانی کے ساتھ آخرت کی کامیابی کا راستہ بھی دکھایا۔ ایمانداری کی بنیاد پر تجارت میں برکت کے سوا اُخروی اجر و ثواب کی نوید بھی سنائی ۔اس لیے ہم کہہ سکتے ہیں اسلام دین و دنیا کا حسین امتزاج پیش کرتا ہے۔رَبَّنَاۤ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّ فِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّ قِنَا عَذَابَ النَّارِ ۔[40] (اے ہمارے رب! ہمیں دنیا کی بھلائی اور آخرت میں بھی بھلائی دے اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچا) ایمان کی پختگی کے ساتھ دنیا و آخرت کی بھلائی کے طالب کو اللہ دنیا میں ہر وہ چیز عطا کرتے ہیں جو اس کی آخرت سنوارے ، مولانا اصلاحیؒ نے یہاں ایک خوبصورت بات کی ہے جس سے مخاطب کے دل میں دین کی قدر و منزلت اور محبت پیدا ہوتی ہے اور وہ یہ ہے کہ انسان کو اپنے رب سے صرف اور صرف دنیا و آخرت کی بھلائی کا ہی سوال کرنا چاہیے۔ پھر اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:"ہمارے لیے حقیقی خیر کس چیز میں ہے، خاص طور پر دنیا کی چیزوں میں سے کسی چیز کا خیر ہونا تو منحصر ہے اس امر پر کہ وہ چیز ہمارے لیے آخرت کی کامیابی کا ذریعہ بن سکے۔[41]" قرآنی تعلیمات کے مطابق جب انسان اللہ سے مانگتا ہے تو اللہ تعالیٰ بندے کو ہر وہ چیز عطا کرتے ہیں جو اس کی دنیا کے ساتھ آخرت میں بھی سود مند ثابت ہوتی ہے۔شریعت مطہرہ میں مادیت اور روحانیت دونوں کا امتزاج موجود

ہے، جبکہ دنیا کی دیگر بڑی تہذیبیں اس خیر سے خالی ہیں، ان تہذیبوں میں مادیّت پرستی کا درس تو موجود ہے لیکن روحانیت مفقود ہے۔ اسلام واحد دین ہے جس نے انسان کے مادی اور جسمانی تقاضوں کو پورا کرنے کے ساتھ ساتھ اس کے روحانی تقاضوں کو بھی پورا کرنے کا مکمل انتظام کیا ہے۔ دینِ اسلام اور دعوتِ دین کی معنویت و اِفادیت سے یہ ثابت ہو چکا کہ اس وقت کائنات میں دنیوی واُخری کامیابی و کامرانی کا حامل ایک ہی دین ہے جس کا نام دینِ اسلام ہے۔ جہاں معاشرہ میں بہت سے لبرل، سیکولر، متجدد ین اور ملحدین لوگوں کو اس دین سے دور کرنے اور قرآنی آیات کی غلط تاویلات کرنے میں مصروف عمل ہیں وہاں راسخ العقیدہ علماء ومفسرین قرآن کی اصل روح اور اس کی دعوت کو موثر انداز میں پیش کرنے کے لیے کوشاں ہیں۔

نتائج وسفارشات

دعوتِ دین میں ہر وہ بات شامل ہے جو نیکی کی ترویج واشاعت کے لیے ہو۔ اسی طرح وہ بات بھی جو برائی کو روکنے اور ختم کرنے والی ہو۔ دعوتِ دین کی اصولی باتیں قرآن وحدیث کی باتیں ہیں لہٰذا قرآن وحدیث کی ترویج بھی دعوت دین ہے۔ داعی کا قول وفعل میں مطابقت رکھنا دعوتِ دین کے لیے ضروری ہی نہیں بلکہ اہم ہے۔ اردو تفسیری ادب میں دعوتِ دین کے احکامات بڑی وضاحت اور تفصیل سے مثالوں کے ساتھ بیان کر دیے گئے ہیں جو ہر دور کے تقاضوں کے پیشِ نظر بہترین رہنمائی کا درجہ رکھتے ہیں۔ دعوتِ دین سابقہ امتوں میں انبیاءؑ کا فرضِ منصبی تھا مگر اب آخری نبی ﷺ کی امت میں ہر مسلمان اور بالخصوص علماء دین پر ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ دعوتِ دین سے تعلیمات اسلام کی حفاظت ہوتی ہے اور لوگوں میں تعلیمات الٰہیہ کا ذکر و چرچہ ہوتا ہے۔ دین میں نیکیوں کا اندازہ ہونے سے دینِ اسلام کی قدر ومنزلت بڑھ جاتی ہے کہ یہی دین ہے جو ہماری دنیا اچھی بناتا ہے اور یقیناً آخرت میں بھی بہترین کامیابی دلائی گا۔ دعوتِ دین سے نظام ہائے زندگی میں حسن نظر آتا ہے جسکے سبب انسانی معاشرت حسین اور مقبول نظر آتی ہے اور معاشرے کا امن واستحکام نمایاں ہوتا ہے۔ دعوتِ دین کے ساتھ داعی کی صفات کے حوالے سے اردو تفسیری ادب میں تفصیلات کے خزائن موجود ہیں لہٰذا ان پر تحقیقی مقالہ کی گنجائش موجود ہے۔

References

[1] Al-Tawbah 9:33

[2],Abu Al'Aalā Maodūdi, Tafheem al-Qur'ān (Lahore: Idara Tarjuman al-Qur'an, 2011), 2:190.

[3] Al-Māeda5:3.

[4]Muhammad Ashraf Ali Thanvi, Biyan al-Qur'ān (Lahore: Maktaba Rahmania,1953),1:448

[5] Abd Al-Hameed Sawati, Maalim al-Irfan Fee Darūs al-Qur'an, 4:77.

[6] Al-Imrān 3:19.

[7] Abu Al-Kalam Aazad,Umm Al-Kitab,:296

[8],Abu Al-Kalam Aazād, Tajuman Al-Qur'an (Lahore: Islami Academy,2013),1:357.

[9] Al-'Aarāf 7:96.

[10] Muhammad Shafi, Ma'ārif al-Qur'ān (Karachi: Idara al-Ma'ārif,2008),4:15.

[11]Shabbir Ahmad Usmani, Mooze al-Furqān Maroof Beh Tafseer-i- Usmani (Karachi: Maktab al-Bushra,2009),1:341.

[12] Al-Room 30:21.

[13] Maodūdi, Tafheem al-Qur'ān, 3:745

[14] Al-Taghābun 64:9.

[15] Al-Baqarah 2:177.

[16] Islāhī, Tadabbur-e-Qur'ān,1:422.

[17] Al-Zariyāt 51:56.

[18] Islāhī, Tadabbur- e-Qur'ān,7:632

[19] Al-Baqarah 2:208

[20]Abd-Al-Rahman, Taiseer al-Qur'ān (Lahore: Maktaba Al-Salam,2010),1:159

[21] Abd Al-Majid Daryā Bādi, Tafseer-e-Majidi, 1:391, Abd Al-Hameed Sawati Ma'alim al-Irfan Fee Daroos al-Qur'ān, 3:292-293.

[22] Waheed al-Din Khan, Tazkeer Al-Qur'ān,: 86.

[23] Al-Baqarah 2:179.

[24] Maodūdi, Tafheem al-Qur'ān, 1:139-140.

[25]ا Al-Isrā 17:70.

[26] Abd-Al-Rahman Kilani, Taiseer al-Qur'ān, 2:597

[27]Al-'Aarāf 7:179.

[28] Maryam 19:97.

[29] Islāhī, Tadabbur- e-Qur'an,4:689.

[30] Al-Anfaal 8:63.

[31] Al-Nisa 4:36.

[32] Aazad, Tajumān al-Qur'ān,1:412

[33] Al-Baqarah 2:261.

[34] Muhammad Karam Sha, Ziā al-Qur'an,1:184.

[35] Al-Baqarah 2:256.

[36]Abd-Al-Haq Haqqani, Fath al-Mannan (Lahore: Al-Faisal,2009),3:100.

[37] Al-Mā'ida 5:2.

[38] Bukhari, Al-Jam' Al-Saḥīḥ, Hadith No:6952.

[39] Usmani, Tafseer-i-Usmani,1:216.

[40] Al-Baqarh 2:201.

[41] Islāhī, Tadabbur- e-Qur'ān,7:101.